افادات علامہ ابن جوزیؒ

(از)

مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی۔

علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب "صید الخاطر" کا ضروری تعارف پچھلے خواطر میں کرایا جا چکا ہے،

اس دفعہ حسب وعدہ کتاب کی بعض فصلوں کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

مطالعہ کے وقت مندرجہ ذیل اُمور کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) کتاب کا تعلق کسی خاص فن اور کسی خاص موضوع سے نہیں، ایقاظ و اصلاح کی توقع پر دل کی باتوں کو زیادہ سے زیادہ سادہ و بے تکلف لفظوں کے قالب میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲) فنی بحثوں اور علمی موشگافیوں کے رد و کد میں پڑ کر حقائق کو الجھایا نہیں گیا۔ جس چیز کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے وہ اُسلوب بیان او طریق خطاب کا اصلاحی اور عملی پہلو ہے۔ یہی کتاب کا جوہر ہے۔ اور تمام مضامین اسی ایک محور پر گھومتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ مصنف اس کتاب میں ایک محدث اور محقق کی حیثیت میں ظاہر نہیں ہوتے بلکہ سراپا نصیحت بنجاتے ہیں۔ اور یہ رنگ اُن پر اس قدر غالب آجاتا ہے کہ مسائل کی علمی تحقیق و تفتیش کی بھی کچھ زیادہ پرواہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مطالب و معانی کی تحقیق کے لحاظ سے کتاب کے بہت سے حصے تشنہ ہیں حالانکہ محدث ابن جوزی جیسے بے پناہ اور برق پاش خطیب کے لئے کچھ بھی دشوار نہیں تھا کہ جس مسئلہ پر چاہتے تحقیق کا حق ادا کر دیتے۔ بس بات وہی ہے کہ وہ بے تکلفانہ واردات قلب کو اُن کی قدرتی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اُن کو اچھی طرح اندازہ

کہ کاوشوں اور بحثوں کے الجھاؤ اصلاح و ہدایت کی باتوں کو کتنا بے اثر کر دیتے ہیں۔

(۳) مؤلف اپنی سخت گیری اور تشدد کے لئے تاریخی شہرت رکھتے ہیں اور یہ اُن کے مزاج کا ایسا خاصہ ہے جو کسی وقت اور کسی حالت میں اُن سے جُدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی یہ خصوصیت اِس کتاب میں بھی جگہ جگہ نمایاں ہے۔

(۴) خود اگرچہ بہت بڑے صاحب باطن ہیں تاہم اصطلاحی تصوف پر بڑی سختی سے نکتہ چینی کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کے جذبات اِس قدر تیز ہو جاتے ہیں کہ عام حالات میں اُن کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

علماء کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ کیوں مشتعل ہے؟

اہل علم میں تباغض و تحاسد کا یہ ہنگامہ کیوں برپا ہے[1]؟ جہاں تک میں نے غور کیا مجھ تو یہ اندازہ ہوا کہ جن علماء پر دنیا کی محبت چھا گئی ہے وہی اس مرض میں گرفتار ہیں۔ یعنی یہ روگ علماء دنیا میں پایا جاتا ہے علماء آخرت اِس سے پاک ہیں اور ان کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ مودّت و مؤانست اُن کے چہروں سے ٹپکتی ہے، بغض و حسد کا اُن کے آس پاس بھی گذر نہیں ہوتا۔ وہ ایثار کا پیکر، خلوص کا نمونہ اور محبت کی تصویر ہوتے ہیں۔ کذا قال تعالیٰ۔

---

[1] حضرت شاہ عبد العزیز رح نے فتح العزیز میں حسد کے مراتب اور اسباب پر مفصل تبصرہ کرتے ہوئے ایک عجیب بات تحریر فرمائی ہے فرماتے ہیں اس خصلت ذمیمہ کا نہایت ہی قبیح پہلو یہ ہے کہ بدقسمتی سے علماء میں یہ مرض زیادہ پایا جاتا ہے و سرش آنست کہ اینہا قدر نعمت خدا را بیشتر می فہمند و بسبب نبودن آں نزد خود و بودن آں نزد غیر خود نہایت متاذی می گردند و طبع ایشاں بحسد می گراید۔ یعنی اس گروہ میں حسد کی کثرت کا راز یہ ہے کہ بہ نسبت عوام کے انکو خدا کی نعمتوں کی زیادہ قدر ہوتی ہے پھر جب وہ اُن نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم پاتے ہیں اور دوسروں میں دیکھتے ہیں تو انہیں بڑی تکلیف محسوس ہوتی ہے اور انکی طبیعت حسد کی خوگر ہو جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں یہی بنا پر بزرگوں کا قول ہے کہ چھ فرقے بیچ سا بے حساب اندازہ آتش دوزخ کی نذر ہوں گے جن میں ایک فرقہ اُن علماء کا ہوگا جنہیں حسد کی بدولت عذاب میں ڈالا جائیگا۔

وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا	نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اُس چیز سے جو مہاجرین کو دیجائے
وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ	اور مقدم رکھتے ہیں انکو اپنی جان سے اگرچہ اپنے اُوپر فاقہ ہو۔ (۲)

وَقَالَ تَعَالٰی

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا	اور اُن لوگوں کے لئے جو آئے اُن کے بعد کہتے ہوئے کہ اے
اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ	رب! بخش ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان میں داخل
وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	ہوے اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں ایمان والونکی طرف سے۔

اَبُوالدَّرداء صحابی رضؓ کا دستور تھا کہ ہر شب اپنے ملاقاتیوں کی ایک جماعت کے لئے خاص طور پر دعا کیا کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ کے صاحبزادے سے فرمایا "صاحبزادے! تمہارے والد اُن چھ بزرگوں میں سے ایک ہیں جن کے لئے روزانہ رات کے آخری حصہ میں دعا کرتا ہوں"۔ (۳)

دونوں جماعتوں کو انکے اصلی خط و خال میں دیکھنا چاہو تو اس طرح دیکھ سکتے ہو۔

علماءِ دنیا ریاست و اقتدار کے نشہ میں سرشار رہتے ہیں، شہرت کا سودا انکے دماغ میں سما رہتا ہے

۵۱ آیۃ میں انصارِ مدینہ کی ایثار پیشگی کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے یعنی مہاجرین کے متعلق انصار کے ایثار کی محبت و خلوص کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو جو شرف مرحمت فرمایا اُسے دیکھکر انصار نہ صرف یہ کہ دل تنگ نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور اُن کو اپنی جان سے مقدم رکھتے ہیں۔ سختیاں جھیل کر اور فاقے اٹھا کر بھی اُن کو آرام پہنچا سکیں تو پہلوتہی نہیں کرتے۔

۵۲ سُبحان اللہ ائمہ ہدیٰ کی یہی شان ہوتی ہے، ایکطرف مسائل اجتہادیہ میں دونوں اماموں کے ہنگامہ خیز اختلافات کا اندازہ کرو، اور دوسری طرف اس محبت و احترام کا۔

قبول عام کی تمنا اُن کے دلوں میں چٹکیاں لیتی ہے۔

سب سے زیادہ جو چیز انہیں مرغوب ہے وہ یہ ہے کہ عوام پروانوں کی طرح اُن کے گرد جمع ہوں اور اُن کی مدح سرائی میں رطب اللسان۔

اِس کے بالمقابل علمار آخرت اِن رسمی چیزوں سے بالکل بے تعلق بلکہ نفور ہوتے ہیں، یہاں تک کہ سلف صالح کی عادت تھی کہ اگر کوئی عالم شہرت اور قبول عام کے امتحان میں مبتلا ہو جاتا تو انہیں اُس کے متعلق یہ اندیشہ ہوتا مبادا کہیں اسے ٹھوکر نہ لگ جائے، بار بار یہ کلمہ اُن کی زبان پر ہوتا۔ "اللہ اُس پر رحم فرمائے"۔

ابراہیم نخعیؒ کی یہ حالت تھی کہ صورتِ جاہ سے بچنے کے لئے ستون سے کمر تک نہیں لگاتے تھے۔

علقمہؓ فرماتے ہیں کہ میں اِس بات کو بہت ہی ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ میرے پیچھے پیچھے ہوں اور میرے متعلق یہ شہرت ہو کہ یہ علقمہ جا رہے ہیں۔

بعض سلف کا طریقہ تھا کہ جیسے اُن کے پاس چار آدمیوں سے زیادہ کا مجمع ہوا اور وہ اُٹھے۔

متقدمین عام طور پر جواب استفتار کے لئے اِقدام نہیں کرتے تھے۔ معاملہ کو ایک دوسرے پر محول کر دینا اُن کی عام عادت تھی، وہ نمود کی نسبت خمول کو پسند کرتے تھے۔

اِعجاب بالنفس

کتنے ہی ارباب علم و زہد کو مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا جو ظاہر میں نرے زہد و اتقا اور علم و عمل کا پیکر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن جب اُنکی اندرونی حالت کا جائزہ لیا گیا تو پتہ چلا کہ اُن کے دل کی گہرائیوں میں کبر و نخوت کے بُت چھپے ہوئے ہیں اور معاملہ کی سطح ایسی ہوتی ہے کہ اِس تکبر کا ان کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ کوئی حاسدانہ نگاہوں سے اپنی پستی اور اپنے ہمعصروں کے مقام کی بلندی دیکھتا ہے اور کڑھتا ہے۔ کوئی ایک نادار مفلس مریض کی عیادت اس لئے نہیں کرتا کہ اُسے اپنے سے کمتر جانتا ہے۔ اِس قسم کے زہد فروشوں کی

حرکتیں بھی عجیب مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔

اسی قماش کے ایک گروہ کو جس کے تقدس کا عام طور پر چرچا تھا ایک دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں کوئی کہہ رہا تھا میں احمد بن حنبلؒ کے مزار کے قریب مدفون ہوں گا گویا بزبان حال اپنے اس استحقاق اور خصوصیت کا اعلان کر رہا تھا۔ کوئی یوں کہتے سنا گیا مجھے میری مسجد کی فلاں جانب میں دفن کرنا، وہ اسی توقع پر مست تھا کہ اس کی قبر "معروف کرخیؒ" (مشہور بزرگ) کی طرح زیارت گاہ عوام بنے گی۔

باتیں تو یہ معمولی سی معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے ان عادتوں کا نتیجہ بیحد نقصان رساں بلکہ اتنا مہلک ہوتا ہے کہ اسکی ہلاکت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

افسوس ان کی کوتاہ فہمی پر جو نہیں جانتے کہ اس باب میں نبی کریم صلعم کا ارشاد کیا ہے؟

ارشاد مبارک یہ ہے۔

مَنْ ظَنَّ أَنَّهُ خَيْرٌ مِّنْ غَيْرِهِ — جس نے اپنے متعلق دوسروں سے بہتر ہونے کا گمان کیا

فَقَدْ تَكَبَّرَ۔ — درحقیقت وہ تکبر کے جال میں پھنس گیا۔

اور سچ یہ ہے بہت ہی کم ہیں جو اعجاب بالنفس کی معصیت سے محفوظ ہوں۔ حیرت ہوتی ہے کہ آخر انسان اپنے سے اس درجہ حسن ظن کیونکر رکھ سکتا ہے اگر عالم نما بے علم کی وجہ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیئے اس سے پہلے کتنے علماء گذر چکے ہیں جنکے شرف کی گرد بھی اس مدعی علم کو نہیں لگی، اگر یہ مراقبہ و عبادت کا اثر ہے تو ظاہر ہے بڑے بڑے عبادت گذار جن کے تقدس کی کرنیں اب تک دنیا کو منور کر رہی ہیں اس سے سبقت لیجا چکے ہیں، اور اگر یہ مال و دولت کا خمار ہے تو معلوم ہو دولت میں کوئی ذاتی فضیلت نہیں۔

آدمی غور کرے اور اپنے نفس کی خصلتوں اور معصیتوں کی رنگینیوں کا جائزہ لے تو اس پر روشن ہو جائے کہ اسکے لئے جتنے یقینی اپنی لغزشیں اور معصیتیں ہو سکتی ہیں دوسروں کی نہیں ہو سکتیں۔ دوسروں کی نسبت اُس کے ذرائع معلومات کتنے ہی وسیع ہوں تاہم وہ دوسروں کے احوال ہیں جنہیں یقین کا درجہ نہیں دیا جا سکتا پس جس چیز کے سایہ سے بھی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے وہ اعجاب بالنفس ہے۔